AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print): 3006-4759
Volume 2 Issue 2 (Jan-Mar 2025)

تحریک آزادی نسواں اور قرآنی تعلیمات: ایک تجزیاتی مطالعہ

The Women's Liberation Movement and Qur'anic Teachings: An Analytical Study

Muhammad Aamir Shaheen
PhD Scholar, Riphah International University, Islamabad, aamirshaheen634@gmail.com

Abstract

This analytical study examines the core concepts of the Feminist Movement in light of the teachings of the Holy Qur'an. The central research questions are: "Are the ideas and demands of feminism compatible with the Islamic concept of womanhood, or do they conflict with it?" and "What practical impacts does feminism have on women, family, and social structures, and how does Islam provide alternative principles? "The research employs a historical and comparative analytical methodology, exploring the different waves of feminism, their ideological foundations, and social implications, followed by a critical comparison with Qur'anic guidance and the Islamic model of society. The findings reveal that although feminism initially raised awareness of certain legal and social rights for women, many of its concepts—such as total gender equality, the slogan "My body, my choice," the rejection of hijab, and the push to place men and women in identical societal roles—stand in opposition to Islamic teachings. Islam acknowledges the spiritual, ethical, and human equality of women while assigning them distinct but equally valuable roles within natural boundaries. It provides women with rights to education, inheritance, and economic participation while maintaining family balance. The study concludes that modern feminism, by imposing dual responsibilities on women inside and outside the home, has contributed to the weakening of the family structure. In contrast, Islam offers a balanced, dignified, and protective framework that supports not only the woman but also the broader fabric of society.

Keywords: Feminism, Quranic Teachings, Gender Equality, Islam & Modern Challenges

تمہید

مختلف ادوار میں عورت کے حقوق پر بحث کی جاتی رہی ہے اور اس کے حقوق کو غصب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسلام سے قبل بھی عورتوں کے ساتھ روا سلوک نہ رکھا جاتا تھا۔ صدیوں سے عورت کو حقوق سے محروم رکھا گیا۔ چاہے تہذیبی ہو یا تمدنی ہر جگہ بے قاعدگیاں ہوتی رہیں۔ یہی وجہ ہے کی اسلام نے آکر عورت کے مقام و مرتبہ کو فروغ دیا اور اسکے نتیجے میں اسکو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی جیسے باوقار رشتے عطا کئے۔ البتہ جن اقوام نے اسلام سے دوری اختیار کی وہ ان رشتوں کی چاشنی سے محظوظ نہ ہو سکے اور خود سے عورت کے حقوق کے لئے مختلف تحریکوں کا سہارا لینے لگے۔ جس میں آزادی تحریک نسواں ایک نمایاں باب کی حیثیت رکھتی ہے۔ آزادئ نسواں کے لیے کی جانے والی کوششوں کو تحریک نسواں یا فیمنزم کہا جاتا ہے۔ جس کا آغاز مغرب سے ہوا۔ تحریک آزادی نسواں (Feminism) جدید دور کی ایک اہم سماجی تحریک ہے، جس کا بنیادی مقصد خواتین کے حقوق، مساوات اور آزادی کو فروغ دینا ہے۔ اس تحریک کے کئی پہلو ہیں، جن میں تعلیم، ملازمت، وراثت، ازدواجی تعلقات، اور سماجی و سیاسی حقوق شامل ہیں۔ مغرب میں یہ تحریک خواتین کو صنفی مساوات دلانے کے لیے شروع کی گئی، لیکن جیسے جیسے اس کا دائرہ وسیع ہوا، اس کے کئی تصورات اسلامی تعلیمات سے متصادم نظر آئے۔ اس تحریک کی ترقی و ترویج مختلف ممالک کے ادبی، سیاسی، سماجی، معاشی، معاشروں میں پنہاں ہے۔ اس کا مقصد عورت کو معاشرہ میں مرد کے برابر قرار دینا اور صنفین کو ایک ہی طرز پر زندگی گزارنے والا بنانا ہے۔ جبکہ اسلام نے مرد و عورت میں سے ہر

CC BY

ایک کے لئے انکی ذمہ داریوں کو ذکر کر کے واضح کر دیا ہے کہ دونوں مساوی نہیں بلکہ ہر ایک کا اپنا مقام و مرتبہ ہے۔ ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ذیل میں تحریک آزادی نسواں کے محرکات کا قرآنی احکامات کی روشنی میں تجزیہ کیا جارہاہے۔

تحریک آزادی نسواں کی تعریف:

آزادی نسواں کی تحریکات نے بنیادی طور پر عورتوں کے حقوق کے لئے کام کا آغاز کیا ہے۔ حقوق نسواں سے مراد وہ حقوق اور قانونی استحقاق ہیں جن کا مطالبہ دنیا کے بہت سے معاشروں میں خواتین اور لڑکیوں کی طرف سے کیا جاتا ہے اور جن کے مطالبہ نے انیسویں صدی کی تحریک حقوق نسواں اور بیسویں صدی کی تحریکِ نسائیت کو بنیاد فراہم کی۔ دنیا کے کئی ممالک میں ان حقوق کو قانونی اور سماجی تحفظ حاصل ہے لیکن بہت سے ممالک میں ان حقوق کو غصب یا نظر انداز کیا جاتا ہے۔ حقوق نسواں کی اصطلاح میں تمام انسانی حقوق شامل کیے جاسکتے ہیں لیکن عمومی طور پر اس موضوع میں وہی حقوق شامل کیے جاتے ہیں جن کے استحقاق کے حوالے سے معاشرہ مرد اور عورت کے درمیان فرق روا رکھتا ہے۔ چنانچہ حقوقِ نسواں کی اصطلاح عام طور پر جن حقوق کے لیے استعمال کی جاتی ہے ان میں خواتین کے لیے جسمانی تحفظ کی یقین دہانی، معاشی خود مختاری، جنسی استحصال سے تحفظ، حکومتی اور سماجی اداروں میں برابری کی بنیاد پر ملازمتیں، مردوں کے برابر تنخواہیں، پسند کی شادی کا حق، افزائش نسل کے حقوق، جائداد رکھنے کا حق اور تعلیم کا حق شامل ہیں۔

"The belief and aim that woman should have the same right and opportunities as men."[1]

تحریک آزادی نسواں یانسائیت سے مراد ایسا مقصد کہ جس میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق اور حقوق اور مواقع دیے جائیں"

ویبسٹر ڈکشنری میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے

"The doctrine which declares the equality of the sexes and advocates equal social, political and economic rights for woman"[2]

"ایسا نظریہ جو جنسی برابری کا اعلان کرتا ہے اور خواتین کے سماجی، سیاسی اور معاشی حقوق کی سفارش کرتا ہے۔"

مغرب میں تحریک آزادی نسواں کی تحریک کو "Feminist" کہا جاتا ہے اور فیمنزم کا مطلب عورت کی آزادی اور صنفی برابری کا غیر طبقاتی نظریہ۔ اس تحریک کے بنیادی مقاصد حقوقِ نسواں، صنفی مساوات، تعلیم نسواں یا خواتین سے جڑے دیگر مسائل کو حل کرنے کی کوشش ہے۔ اس تحریک کی ترقی و ترویج دیگر ممالک کے ادبی، سیاسی، سماجی، معاشی، معاشروں میں پنہاں ہے۔

تحریک آزادی نسواں کی تاریخ:

آزادیِ نسواں مغربی اصطلاح ہے۔ تحریک آزادیِ نسواں بھی وہیں کی دین ہے۔ اس نقطہ کا آغاز فرانسیسی ماہرِ قانون خاتون (Christine de Pizan (1365-1430)) کی کتاب The book of the City of Ladies ہے۔ کیونکہ وہ اس سے قبل کے منتخبہ مواد میں خواتین کی جو حالاتِ زار تھی اس سیاہ تصویر کو دیکھ کر وہ متحیر ہوئی۔ اسی لیے انھوں نے اپنی تصنیف میں اس طرح اظہارِ خیال کیا "جب اس کے بارے میں سوچتی تھی تو میرا دل غم و اندوہ سے لبریز ہو جاتا تھا۔ یہ نہ صرف مجھے بلکہ مجھے طبقۂ نسواں کو بدمزہ کرتا تھا۔ ایسا لگتا گویا ہم کائنات میں ننگِ انسانیت ہیں۔ جب میرے ذہن میں مذکورہ خیالات آتے ہیں تو میرا سر شرم سے جھک جاتا ہے، آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتی ہیں اور میں اپنی کرسی میں گڑ جاتی ہوں۔" اگرچہ قدیم یونان میں زیادہ تر خواتین سیاسی حقوق اور سماجی برابری سے محروم تھیں تاہم آرکیک دور (آٹھویں صدی قبل مسیح تا پانچویں صدی قبل مسیح) میں انہیں یک گونہ آزادی بھی حاصل تھی۔[3] محفوظ ریکارڈز سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈیلفی، گورٹن، تھیسلے، میگارا اور سپارٹا کے قدیم شہروں میں خواتین زمین و جائداد کی ملکیت کا حق رکھتی تھیں۔[4]

کلاسیکی ایتھنز میں خواتین کو قانونی شہریت حاصل نہیں تھی۔ ان کی سماجی حیثیت کا تعین مرد کی سربراہی میں ایک گھرانے کا حصہ ہونے کی بنیاد پر تھا۔ شادی سے پہلے عورت کا سرپرست باپ یا کوئی مرد رشتہ دار ہوا کرتا تھا۔ شادی کے بعد عورت کا سرپرست شوہر ہوتا تھا۔ خواتین براہ راست قانونی کارروائی نہیں کر سکتی تھیں

CC BY

بلکہ یہ معاملات عورت کے مجاز پر مرد کے زیر نگرانی چلتے تھے۔ ایتھنز کی خواتین کا جائداد رکھنے کا حق محدود تھا اور اسی وجہ سے عورتوں کو مکمل شہری نہیں گردانا جاتا تھا کیونکہ شہریت اور قانونی استحقاق کی تعریف جائداد کے حوالوں سے کی جاتی تھی۔ تاہم خواتین جہیز، تحائف اور وراثت کے ذریعوں سے جائداد کی مالک بن سکتی تھیں اگرچہ عورت کا سرپرست اس جائداد کی خرید و فروخت کا مجاز تھا۔ عورتیں اناج کی ایک مخصوص مقدار سے کم قیمت کے مالی معاہدات کرنے کا حق رکھتی تھیں اور اس لحاظ سے تجارتی معاملات میں ایک محدود حد تک عمل دخل رکھ سکتی تھیں۔ عورتوں کی طرح غلاموں کو بھی مکمل شہریت حاصل نہیں تھی لیکن پھر بھی چند نادر حالات میں وہ آزاد ہو کر مکمل شہریت حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن صنف شہریت کے حصول میں ایک مستقل رکاوٹ تھی اور قدیم اتھینز کی جمہوریہ میں کسی عورت کو کبھی بھی مکمل شہریت حاصل نہیں ہوئی۔

تحریک نسواں کے ادوار:

تاریخی اعتبار سے ماہرین نے اس تحریک کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا دور: انیسوی صدی اور بیسوی صدی کے اوائل

دوسرا دور: 1960 سے 1970 تک

تیسرا دور: 1990 سے اکیسویں صدی کے اوائل تک

اب اکیسویں صدی کے دوسرے دہائی میں نسائی حقوق کے لیے جس قدر آگہی عام ہو رہی ہے اور سوشل میڈیا کے علاوہ مختلف سرگرمیوں سے حقوق نسواں کے لیے بیداری پائی جاتی ہے اسے چوتھے دور کا آغاز مانا جاسکتا ہے۔

مختلف معاشروں میں عورت کی حیثیت:

دنیا کے بیشتر معاشروں میں عورت کی کوئی سماجی حیثیت نہیں تھی۔ ہندوستان میں عورت 'شوہر کی چتا کے ساتھ جلا کر راکھ کر دی جاتی تھی، عرب میں عورت کے وجود کو ہی نفرت کی علامت سمجھا جاتا تھا، میلوں اور بازاروں میں عورت کی خرید و فروخت معمول کا کام تھا۔

قرآن حکیم نے بیٹی کی پیدائش پر غم و غصے کو جاہلیت کی رسم اور انسانیت کی تذلیل قرار دیتے ہوئے اُس کی مذمت کی:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌO يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلاَ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ[5]O

”اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی (کی پیدائش) کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (بزعم خویش) اس بری خبر کی وجہ سے جو اسے سنائی گئی ہے (اب یہ سوچنے لگتا ہے کہ) آیا اسے ذلت و رسوائی کے ساتھ (زندہ) رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے (یعنی زندہ درگور کر دے) خبردار کتنا برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔“

کچھ قبائل میں تو زندہ درگور کرنے کی روایات تھی قرآن نے دور جاہلیت کی اس رسم بد کا قلع قمع کرتے ہوئے فرمایا:

وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلاَدَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاَقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ إِيَّاكُم إنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئاً كَبِيرًا[6]O

”اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو ہم ہی انہیں (بھی) رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے“

اسلامی معاشرہ میں عورت کا کردار:

اسلام واحد مذہب ہے کہ جس نے عورت کو وہ حقوق اور مقام و مرتبہ دیا کہ جو اس سے پہلے کسی مذہب میں عورت کو حاصل نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے درجے میں عورت کو مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں رکھا ہے، اسی طرح انسانیت کی تکوین میں عورت مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہے،

cc BY

ارشادِباری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا.7

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا۔ پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا۔"

قرآن کریم نے عورت اور مرد کو ایک ہی نفس (نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ) سے پیدا ہونے والا قرار دے کر دونوں کے درمیان بنیادی مساوات کو واضح کیا ہے۔ یہ تصور اس وقت کے معاشروں میں انقلابی تھا، جہاں عورت کو کمتر یا صرف مرد کی خدمت گزار سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو تخلیقی اعتبار سے مرد کے برابر قرار دے کر اسے وہ انسانی وقار دیا جو دیگر مذاہب اور تہذیبوں میں ناپید تھا۔

اللہ کے ہاں اجر کا استحقاق برابر قرار پایا، جو بھی نیک عمل کرے گا وہ برابر کی جزا پائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لاَ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ.[8]

"ان کے رب نے ان کی التجا کو قبول کر لیا (اور فرمایا) کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ تم سب ایک دوسرے میں سے ہی ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ نیک اعمال کی جزا میں مرد و عورت کے درمیان کوئی تفریق نہیں۔ یہ اسلام کا عورت کو دیا گیا وہ روحانی حق ہے جو اسے معاشرے میں مرد کے شانہ بشانہ کھڑا ہونے کا موقع دیتا ہے۔ خواہ وہ علم حاصل کرنے، عبادت کرنے یا معاشرتی خدمت انجام دینے کے میدان ہوں۔

معاشرہ میں عورت کے عزت و احترام کو بحال رکھنے کے لئے حق عفت کا تحفظ یقینی بنایا۔ اسلام نے عورت کو حق عصمت عطا کرنے کے ساتھ مردوں کو بھی پابند کیا کہ وہ اس کے حق عصمت کی حفاظت کریں ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَO9

"(اے رسول مکرم!) مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے پاکیزگی کا موجب ہے۔ اللہ اس سے واقف ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیںo"

اس کے ساتھ ہی عورتوں کو حکم دیا:

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا.10

"اور (اے رسول مکرم!) مومنہ عورتوں سے کہہ دو کہ (مردوں کے سامنے آنے پر) وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت و آرائش کی نمائش نہ کریں سوائے جسم کے اس حصہ کو جو اس میں کھلا ہی رہتا ہے۔"

سورہ النور میں مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور عورتوں کے حقوق کا احترام کریں۔ اس سے معاشرے میں عورت کی عزت اور تحفظ کو یقینی بنایا گیا۔ اسی سورت کی آیت میں عورتوں کو بھی پردہ اور حیا کا حکم دیا گیا، لیکن یہ حکم ان کی آزادی کو سلب کرنے کے بجائے انہیں غیر محرموں کی نظروں سے محفوظ رکھنے کے لیے ہے۔

اسلام نے عورت کو پردہ کا حکم دیتے ہوئے اس چیز کو یقینی بنایا کہ خواتین اپنے جسم کو ڈھانپ کے رکھیں تاکہ وہ محفوظ رہیں اور غیر محرم کے سامنے زیب و زینت سے اجتناب کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

CC BY

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ.11

"اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں، یہ اس بات کے قریب تر ہے کہ وہ پہچان لی جائیں (کہ یہ پاک دامن آزاد عورتیں ہیں) پھر انہیں (آوارہ باندیاں سمجھ کر غلطی سے) ایذاء نہ دی جائے۔"

اس آیت میں چادر (جَلَابِیب) اوڑھنے کا حکم عورتوں کے لیے ایک شناخت اور تحفظ کا ذریعہ ہے۔ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ آزاد اور پاک دامن خواتین کو معاشرے میں ہر قسم کی ایذا سے بچایا جائے۔ پردہ درحقیقت عورت کی عظمت کو بحال کرنے اور اسے محفوظ ماحول فراہم کرنے کا اسلامی تصور ہے۔

اسلام نے عورت کو ماں، بیوی، بیٹی اور بہن کے روپ میں ایسے حقوق دیے ہیں جو اسے معاشرے کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

- **ماں کا مقام:** حدیث میں ماں کے قدموں تلے جنت رکھی گئی۔
- **بیوی کا مقام:** قرآن میں عورت کو مرد کی پرسکون رفیقہ (سورہ الروم: 21) قرار دیا گیا۔
- **علمی میدان:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی خواتین علم وفقہ کی معلمہ بنیں۔

اسلامی معاشرہ عورت کو محض گھر تک محدود نہیں رکھتا، بلکہ اسے عزت، تحفظ اور مساوی روحانی مقام دے کر ایک متوازن معاشرتی نظام فراہم کرتا ہے۔ قرآن کی یہ آیات عورت کے کردار کو صرف زیب وزینت یا خدمت گزار تک محدود نہیں کرتیں، بلکہ اسے انسانیت کی ترقی میں ایک فعال رکن کے طور پر پیش کرتی ہیں۔

تحریک آزادی نسواں کا مقصد:

تحریکِ نسواں (Feminist Movement) نے عورتوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کی، لیکن اس کے بعض رجحانات نے فطری خاندانی نظام کو متاثر کیا ہے۔ دنیا بھر میں آٹھ مارچ کو یوم تحریک نسواں کے طور پر منایا جاتا ہے۔ درحقیقت اس تحریک کا مقصد مذہب سے آزادی، شرم و حیا سے آزادی، خاندانی نظام سے آزادی، Motherhood سے آزادی ہے۔ اس تحریک نے مرد وزن کو حقوق کی آڑ میں ایک صف میں کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ جس بنا پر عورت کو دوہری ذمہ داری عائد ہونے لگی۔ ایک طرف اس کو مرد کے برابر باہر کی ذمہ داریوں میں شریک کیا جانے لگا اور ساتھ ہی اس کو عورت ہونے کے ناطے فطری ذمہ داریوں کو بھی نبھانا پڑا۔

"Feminism has devalued the role of motherhood and marriage, pushing women into the workforce while undermining the family structure."[12]

فلیس شلیفلی استدلال کرتی ہیں کہ جدید فیمنزم نے ماں اور بیوی کے روپ میں عورت کے کردار کو کم تر سمجھا ہے۔ جس کی وجہ سے خاندانی نظام کمزور ہوا ہے۔ فطرت کا قانون ہے کہ مرد کو باہر کہ ذمہ داری دی گئی کیونکہ وہ مضبوط اور طاقتور ہے جبکہ عورت کو صنف نازک ہونے کی حیثیت سے گھر میں رہنے کے لئے بنایا۔ جو معاشرے فطرت کی پیروی کرتے رہے ان کا خاندانی نظام مستحکم رہا اور ان کو نام نہاد آزادی کی بنا پر خود کو کمزور نہ کرنا پڑا جبکہ اسکے برعکس فطرت میں خود سے تبدیلیاں کرنے والے خاندانی نظام کی تباہی کے دہانے پر ہیں۔

*"The feminist push for women to 'have it all' has led to increased stress, as women now juggle careers and family duties without societal support."*13

کیتھرین ہاکم کا کہنا ہے کہ فیمنزم نے عورتوں پر دوہری ذمہ داریاں ڈال دی ہیں، جس کی وجہ سے وہ نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو رہی ہیں۔

OPEN ACCESS

یاد رہے! اسکا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ عورت معاشی طور پر مستحکم نہیں ہو سکتی بلکہ اسلام کی حدود کی روشنی میں عورت کو معاشی طور پر مستحکم ہونے کا حق حاصل ہے جو کہ سیرت سیدہ خدیجہ کی تجارتی زندگی سے صاف واضح ہے۔

"Islam granted women economic rights, including inheritance and business ownership, as seen in the life of Khadija, while maintaining their primary role in family stability."[14]

لیلا احمد بیان کرتی ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو معاشی حقوق دیے، جیسے سیدہ خدیجہ کی تجارتی سرگرمیاں، لیکن ساتھ ہی خاندان کو مستحکم رکھنے میں عورت کے کردار کو اہمیت دی۔

- **جدید فیمنزم** نے عورتوں کو "مردوں جیسا" بننے پر مجبور کیا، جس سے خاندانی نظام متاثر ہوا۔
- **اسلامی تعلیمات** عورت کو معاشی حقوق دیتی ہیں (جیسے سیدہ خدیجہ کا کاروبار)، لیکن گھریلو ذمہ داریوں کو بھی اہمیت دیتی ہیں۔
- **تحقیق سے ثابت** ہے کہ فیمنزم کے بعض رجحانات عورتوں پر دباؤ بڑھاتے ہیں، جبکہ اسلام ایک متوازن نظام پیش کرتا ہے۔

تحریک آزادی نسواں کے نعرے اور قرآنی تعلیمات

یقیناً شریعت اسلامیہ نے عورت کے ساتھ زیادتی کو حرام قرار دیا ہے بلکہ اس کی حیثیت مرد سے زیادہ واضح کی ہے جو کہ درج ذیل مثال سے بخوبی سمجھی جا سکتی ہے۔
عورت کے لئے شادی سے قبل والد کو کفیل بنایا اسکی عدم موجودگی میں بھائی یا چچا وغیرہ کو کفالت کا ذمہ دیا۔ اور جب وہ عورت رشتہ ازدواج سے منسلک ہو جاتی ہے تو اس کے شوہر کو اس کا کفیل مقرر کر دیا اور اس کو کمانے کی پریشانی سے زندگی بھر آزاد رکھا۔ لیکن جب میراث کی تقسیم کا وقت آتا ہے تو باوجود اسکے کفیل کے موجود ہونے اور معاشی طور پر آزاد ہونے کے میراث میں عورت کا فرض حصہ مقرر کر دیا صرف یہی نہیں بلکہ قرآن میں فرمایا :

"ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔"[15]

یعنی عورت کے حصے کے ذریعے ہی مرد کے حصہ کو بھی میراث میں واضح کیا گیا۔

زبردستی نکاح سے ممانعت، شوہر کے ساتھ مناسبت نہ ہونے کی بنا پر خلع کا حق، میراث میں مقرر حصہ، اسلامی حدود میں رہتے ہوئے اپنے شوہر کے سامنے زیب و زینت کا حق، اسوہ رسول اکرم ﷺ کی روشنی میں صاف واضح ہے جو کہ عورت کے بنیادی حقوق کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔
جب اسلام میں ہم عورت کے حقوق اس حد تک واضح دیکھتے ہیں تو مغرب کی ایجاد تحریک آزادی نسواں دراصل عورت کو مرد کے برابر کھڑا کتنے کے لئے درج ذیل نعروں کا سہارا لیتی ہے۔

نعرہ "میرا جسم، میری مرضی" اور قرآن کا حکم:

تحریک آزادی نسواں کے اس نعرہ کو بہت شہرت ملی کہ میرا جسم ہے اور اس میں تصرف کا حق بھی فقط مجھے ہی ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ عورت قید و بند سے آزاد ہو کر پھٹی جینز اور شرٹ پہن لے تو اس کو سارے حقوق مل جائیں گے۔ اسلام میں میرا جسم تو کیا میری زندگی بھی میری ملکیت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں خودکشی کی اجازت نہیں ہے۔ درحقیقت جو اس نعرہ کے علمبردار ہیں وہ اسلام کے احکامات اور تشریحات کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔
اس نعرہ کی گہرائی کو دیکھا جائے تو اس کا مقصد عورت کی آزادی نہیں بلکہ اسلام کی حدود اور پابندیوں سے مکمل آزادی کے لئے ایجاد کیا گیا ہے۔
قرآن میں ارشاد ہے:

"اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا، اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے، اور اسی سے ایک مرتبہ پھر تمہیں نکال لائیں گے۔"[16]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

CC BY

"ذرا یہ بتلاؤ کہ جو نطفہ تم ٹپکاتے ہو۔ کیا اسے تم پیدا کرتے ہو یا پیدا کرنے والے ہم ہیں ؟ ہم نے ہی تمہارے درمیان موت کے فیصلے کر رکھے ہیں اور کوئی نہیں ہے جو ہمیں اس بات سے عاجز کر سکے۔ کہ ہم تمہاری جگہ تم جیسے اور لوگ لے آئیں، اور تمہیں پھر سے کسی ایسی حالت میں پیدا کر دیں جسے تم نہیں جانتے۔ اور تمہیں اپنی پہلی پیدائش کا پورا پتہ ہے، پھر کیوں سبق نہیں لیتے ؟ "[17]

درج بالا آیات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ جسم اللہ کی امانت ہے۔ **"جسم بھی اللہ کا، مرضی بھی اللہ کی"**

نعرہ" نظریں تمہاری گندی ہیں اور پردہ میں کروں"

اس نعرے نے شعائر اسلام میں پردے کے حکم پر ضرب لگائی اور عورتوں کو اس کے خلاف ابھارا کہ پردہ نظر کا نہیں بلکہ دل صاف ہونا چاہیے۔ جب انسان کا ظاہر ہی بے حیائی کو فروغ دے تو باطن کی پاکیزگی کیسے ممکن ہے۔ درج ذیل حدیث میں اس کی واضح حرمت موجود ہے کہ اگر کوئی شخص نابینا ہو تب بھی اس کے سامنے پردہ لازم ہے۔

"ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں اور میمونہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں، اسی دوران کہ ہم دونوں آپ کے پاس بیٹھی تھیں، عبداللہ بن ام مکتوم آئے اور آپ کے پاس پہنچ گئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب ہمیں پردے کا حکم دیا جا چکا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم دونوں ان سے پردہ کرو"، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا وہ اندھے نہیں ہیں؟ نہ وہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں؟ اور نہ ہمیں پہچان سکتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم دونوں انہیں دیکھتی نہیں ہو؟" [18]

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت کے لئے پردہ لازم ہے۔ لہذا یہ دلیل کافی نا ہو گی کہ دل صاف ہو تو حدود و قیود سے آزاد ہر طرح کا لباس جائز ہے۔

اسی طرح کا ایک اور نعرہ **دوپٹہ اتنا پسند ہے تو آنکھوں پر باندھ لو۔**

قرآن میں ارشاد ہے!

اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔[19]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حیا ایمان کا حصہ ہے۔"(بخاری:24)

مغربی میڈیا کا اعتراف (2015) **The Guardian :** کے ایک آرٹیکل میں لکھا گیا:

"Muslim women in hijab report higher self-esteem than Western women obsessed with body exposure.[20]"

اسلام نے عورت کو شرم و حیا کا مجسمہ قرار دیا جبکہ تحریک آزادی نسواں کے کچھ پہلو خواتین کو صارفیت پر مبنی کردار میں پیش کرتے ہیں ۔

نعرہ"ساڈا حق، ایتھے رکھ":

جدید فیمنزم کے ذریعے جو حقوق خواتین چاہتی ہیں وہ درحقیقت آزادی کے نام پر خود کو اسلامی نظریات سے آزاد کرنا چاہتی ہیں اگر عورت اسلام کے راستے کو اپنائے تو اس کے لئے ہر قسم کے حقوق گھر کی چار دیواری کے اندر موجود ہیں۔

- **معاشی حقوق :** قرآن میں واضح طور پر عورت کے لئے وراثت کا حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ عورت کے کاروبار کے حوالے سے حضرت خدیجہؓ کی مثال معاشی حقوق کی واضح دلیل ہے۔

OPEN ACCESS CC BY

- **تعلیمی حقوق:** اسلام نے مرد و عورت کے لئے تعلیم کو لازم قرار دیا جو کہ عورت کے لئے تعلیمی حق کے ثبوت کی دلیل ہے۔
- **سماجی حقوق:** شادی میں عورت کی رضامندی اور خلع کا حق شریعت میں عورت کو سماجی حقوق کی فراہمی کو یقینی بناتے ہیں۔

مغربی محقق کا اعتراف:

Naomi Wolf (فیمنسٹ مصنفہ) لکھتی ہیں:

"Modern feminism has made women 'free' but unhappy, while traditional societies like Islam offer them protected honor." [21]

اسلام نے عورت کو درج ذیل حقوق فراہم کئے ہیں:

نکاح کا حق:

اسلام سے قبل عورتوں کو مردوں کی ملکیت تصور کیا جاتا تھا اور انہیں نکاح کا حق حاصل نہ تھا۔ اسلام نے عورت کو نکاح کا حق دیا کہ جو یتیم ہو، باندی ہو یا مطلقہ، شریعت کے مقرر کردہ اُصول وضوابط کے اندر رہتے ہوئے اُنہیں نکاح کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا:

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْاْ بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ.22

”اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آپہنچیں تو جب وہ شرعی دستور کے مطابق باہم رضامند ہو جائیں تو انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔“

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌO23

”اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور (اپنی) بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن انتظار میں روکے رکھیں پھر جب وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آپہنچیں تو پھر جو کچھ وہ شرعی دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی مواخذہ نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح خبردار ہےo“

وَ آتُواْ النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًاO[24]

”اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو، پھر اگر وہ اس (مہر) میں سے کچھ تمہارے لیے اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو تب اسے (اپنے لیے) ساز گار اور خوشگوار سمجھ کر کھاؤo“

وَ أَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللهُ مِن فَضْلِهِ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌO25

”اور تم اپنے مردوں اور عورتوں میں سے ان کا نکاح کر دیا کرو جو بغیر ازدواجی زندگی کے (رہ رہے) ہوں اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا (نکاح کر دیا کرو) اگر وہ محتاج ہوں گے (تو) اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیگا اور اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہےo“

اگرچہ کئی معاشرتی اور سماجی حکمتوں کے پیشِ نظر اسلام نے مردوں کو ایک سے زائد شادیوں کا حق دیا، مگر اسے بیویوں کے مابین عدل وانصاف سے مشروط ٹھہرایا اور اس صورت میں جب مرد ایک سے زائد بیویوں میں عدل قائم نہ رکھ سکیں، اُنہیں ایک ہی نکاح کرنے کی تلقین کی:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تَعْدِلُواْ فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلاَّ تَعُولُواْO26

CC BY

”اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہارے لیے پسندیدہ اور حلال ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار (مگر یہ اجازت بشرطِ عدل ہے) پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم (زائد بیویوں میں) عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک ہی عورت سے (نکاح کرو) یا وہ کنیزیں جو (شرعاً) تمہاری مِلکیت میں آئی ہوں یہ بات اس سے قریب تر ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو o“

وَلَن تَسْتَطِيعُواْ أَن تَعْدِلُواْ بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلاَ تَمِيلُواْ كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِن تُصْلِحُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا27O

”اور تم ہرگز اس بات کی طاقت نہیں رکھتے کہ (ایک سے زائد) بیویوں کے درمیان (پورا پورا) عدل کر سکو اگرچہ تم کتنا ہی چاہو۔ پس (ایک کی طرف) پورے میلانِ طبع کے ساتھ (یوں) نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو (درمیان میں) لٹکتی ہوئی چیز کی طرح چھوڑ دو۔ اور اگر تم اصلاح کر لو اور (حق تلفی و زیادتی سے) بچتے رہو تو اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے o“

ان آیات مبارکہ سے واضح ہے کہ اسلام کا رجحان یک زوجگی کی طرف ہے اور ان حالات میں جہاں اسلام نے ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے اسے عدل و مساوات سے مشروط ٹھہرایا ہے کہ مرد ان تمام معاملات میں جو اس کے بس میں ہیں مثلاً غذا، لباس، مکان، شب باشی اور حسن معاشرت میں سب کے ساتھ عدل کا سلوک کرے۔ گویا ایک سے زائد شادیوں کا قرآنی فرمان حکم نہیں بلکہ اجازت ہے جو بعض حالات میں ناگزیر ہو جاتی ہیں جنگ، حادثات، طبی اور طبعی حالات بعض اوقات ایسی صورت پیدا کر دیتے ہیں کہ معاشرے میں اگر ایک سے زائد شادیوں پر پابندی عائد ہو تو وہ سنگین سماجی مشکلات کا شکار ہو جائے جس کے اکثر نظائر ان معاشروں میں دیکھے جاسکتے ہیں جہاں ایک سے زیادہ شادیوں پر قانونی پابندی ہوتی ہے۔ تاہم یہ اسلام کا تصور عدل ہے۔ وہ معاشرہ جہاں ظہور اسلام سے قبل دس دس شادیاں کرنے کا رواج تھا اور ہر طرح کی جنسی بے اعتدالی عام تھی اسلام نے اسے حرام ٹھہرایا اور شادیوں کو صرف چار تک محدود کر کے عورت کے تقدس اور سماجی حقوق کو تحفظ عطا کر دیا۔

عورت کا اختیار: نابالغ لڑکی یا لڑکے کا بلوغت سے قبل ولی کے کیے ہوئے نکاح کو بالغ ہونے پر رد کر دینے کا اختیار 'خیارِ بلوغ' کہلاتا ہے۔ اسلام نے خواتین کو ازدواجی حقوق عطا کرتے ہوئے خیارِ بلوغ کا حق عطا کیا جو اسلام کے نزدیک انفرادی حقوق کے باب میں ذاتی اختیار کی حیثیت رکھتا ہے۔ احناف کے نزدیک اگر کسی ولی نے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کیا ہو تو وہ لڑکا یا لڑکی بالغ ہونے پر خیارِ بلوغ کا حق استعمال کر کے نکاح ختم کر سکتے ہیں۔ جس طرح بالغ خاتون کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر ولی نے اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کیا ہو تو عدم رضا کی بناء پر اسے اس نکاح کو تسلیم نہ کرنے اور باطل قرار دینے کا اختیار حاصل ہے، اسی طرح ایک نابالغہ کو بھی جس کا نکاح نابالغی کے زمانہ میں کسی ولی نے کیا ہو، بلوغ کے بعد عدم رضا کی بناء پر خیار بلوغ حاصل ہے۔

خیارِ بلوغ کے حق کی بناء پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث مبارکہ ہے جس میں قدامہ بن مظعون نے اپنی بھتیجی اور حضرت عثمان بن مظعون کی صاحب زادی کا نکاح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کر دیا تھا اور وہ لڑکی بوقت نکاح نابالغ تھی۔ بلوغت کے بعد اُس لڑکی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نکاح کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا:

عن عبدالله بن عمر، قال: توفي عثمان بن مظعون، وترک ابنة له من خويلة بنت حكيم بن أمية بن حارثة بن الأوقص، قال: و أوصي إلي أخيه قدامة بن مظعون، قال عبدالله: و هما خالاي، قال: فخطبت إلي قدامة بن مظعون ابنة عثمان بن مظعون، فزوجنيها، ودخل المغيرة بن شعبة. يعني إلي أمها. فأرغبها في المال، فحطت إليه، و حطت الجارية إلي هوي أمها، فأبتا، حتي ارتفع أمرهما إلي رسول الله ﷺ، فقال قدامة بن مظعون: يا رسول الله! ابنة أخي، أوصي بها إلي، فزوجتها ابن عمتها

CC BY

عبدالله بن عمر، فلم أقصر بها في الصلاح ولا في الكفاءة، ولكنها امرأة، وإنما حطت إلي هوي أمها. قال : فقال رسول الله ﷺ : هي يتيمة، ولا تنكح إلا باذنها. قال : فانتزعت والله مني بعد أن ملكتها، فزوجوها المغيرة.[28]

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عثمان بن مظعون فوت ہوئے اور پسماندگان میں خویلہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص سے ایک بیٹی چھوڑی اور اپنے بھائی قدامہ بن مظعون کو وصیت کی۔ راوی عبد اللہ کہتے ہیں: یہ دونوں میرے خالو تھے۔ میں نے قدامہ بن مظعون کو عثمان بن مظعون کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے میرا نکاح اس سے کرا دیا اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ اس لڑکی کی ماں کے پاس آیا اور اسے مال کا لالچ دیا۔ وہ عورت اس کی طرف مائل ہو گئی اور لڑکی بھی اپنی ماں کی خواہش کی طرف راغب ہو گئی پھر ان دونوں نے انکار کر دیا یہاں تک کہ ان کا معاملہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ قدامہ بن مظعون نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور میرے بھائی نے مجھے اس کے متعلق وصیت کی تھی پس میں اس کی شادی اس کے ماموں زاد عبداللہ بن عمر سے کر دی۔ میں نے اس کی بھلائی اور کفو میں کوئی کمی نہ کی لیکن یہ عورت اپنی ماں کی خواہش کی طرف مائل ہو گئی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ یتیم ہے، لہٰذا اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ راوی کہتے ہیں: اس کے بعد میرا اس کے مالک بننے کا جھگڑا ہی ختم ہو گیا اور اس نے مغیرہ سے شادی کر لی۔"

ایک دوسری سند کے ساتھ مروی حدیث مبارکہ میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

فأمره النبي ﷺ أن يفارقها، وقال : لا تنكحوا اليتامي حتي تستأمروهن فإن سكتن فهو إذنهن.[29]

"پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی علیحدگی کا حکم دیا اور فرمایا: یتیم بچیوں کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے پس اگر وہ خاموش رہیں تو وہی ان کی اجازت ہے۔"

تعلیم نسواں:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جس کی ایک بیٹی ہو، اس نے اسے عمدہ اسرا حسن ادب سکھایا، اچھی تعلیم سے آراستہ کیا اور اللہ سے جو نعمتیں عطا کی ہیں اس کو ان سے وافر مقدار میں عطا کرتا ہے تو اسکے لئے وہ بیٹی جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائے گی۔"[30]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"اگر کسی شخص کے پاس ایک لونڈی ہو پھر وہ اسے تعلیم دے اور یہ اچھی تعلیم ہو۔ اور اس کو آداب مجلس سکھائے اور یہ اچھے آداب ہوں۔ پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس شخص کے لیے دوہرا اجر ہے"۔[31]

یعنی ایک اجر تو اس بات کا کہ اس نے اسے اچھی تعلیم دی اور اچھے آداب سکھائے اور دوسرا اجر اس کا کہ اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اور اس طرح اس کا درجہ بلند کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلام اگر باندیوں تک کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کو کارِ ثواب قرار دیتا ہے تو وہ آزاد لڑکوں اور لڑکیوں کے تعلیم سے محروم رکھے جانے کو کیونکر گوارا کر سکتا ہے۔

کفالت کا حق:

مرد کو عورت کی جملہ ضروریات کا کفیل بنایا گیا ہے۔ اس میں اُس کی خوراک، سکونت، لباس، زیورات وغیرہ شامل ہیں:

"مرد عورتوں پر محافظ و منتظم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اور اس وجہ سے (بھی) کہ مرد (ان پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔"[32]

OPEN ACCESS

بچوں کو دودھ پلانے کے دوران اجرت کا حق:

"اور مائیں اپنے بچوں کو دو برس تک دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے، اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور پہننا دستور کے مطابق بچے کے باپ کے ذمہ ہے، کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی جائے (اور) نہ ماں کو اس کے بچے کے باعث نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب سے، اور وارثوں پر بھی یہی حکم عائد ہو گا، پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے (دو برس سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں، اور پھر اگر تم اپنی اولاد کو (دایہ سے) دودھ پلانے کا ارادہ رکھتے ہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ جو تم دستور کے مطابق دیتے ہو انہیں ادا کر دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب دیکھنے والا ہے۔"[33]

اسی طرح اسلام نے طلاق، عدت، مخاصمہ ہر موقع کے لحاظ سے عورت کے نفقہ کی تفصیلی وضاحت فرمائی ہے۔

حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أن رجلا سأل النبي ﷺ : ما حق المرأة علي الزوج؟ قال : أن يطعمها إذا طعم، و أن يكسوها إذا اكتسي، ولا يضرب الوجه، ولا يقبح، ولا يهجر إلا في البيت.[34]

"ایک آدمی نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا: عورت کا خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے، اس کے منہ پر نہ مارے، اُسے برا نہ کہے اور گھر کے علاوہ تنہا کہیں نہ چھوڑے۔"

آزادی اظہار رائے:

"مہر کے مسئلے میں یہ امر مسلم ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے قانون میں اس کے لیے کوئی آخری حد مقرر نہیں کی گئی، حضرت عمر نے اپنے عہد میں اس کے لیے چالیس اوقیہ کی انتہائی حد مقرر کرنا چاہی تھی مگر ایک عورت نے ان کو روک کر کہا کہ اس آیت کی رو سے "آپ کو ایسا کرنے کا حق نہیں، اس دلیل کو سن کر حضرت عمر نے فرمایا!" ایک عورت نے صحیح بات کہی اور مرد غلطی کر گیا"[35]

حضرت عمر نے نا صرف عورت کو مکمل آزادی اظہار رائے کی آزادی دی بلکہ اپنی اجتہادی غلطی کا اعتراف بھی کیا۔

پر سکون زندگی کا نتیجہ درج ذیل بنیادوں پر ہے۔

پردہ،	قرآن کے حکم قرن فی بیوتکن پر عمل،
ماں کی ممتا کا احساس،	تربیت نسل،
مرد کی قوامیت کو تسلیم کرنا،	اطاعت شوہر،

مرد و عورت اپنی اپنی ذمہ داری کو جان کر اپنے اپنے کام پر دھیان دیں (جس کا کام اسی کو ساجھے)،

شوہر کے افلاس میں بھی اسکا ساتھ دو۔

عورت معاشرہ کی ملکہ (آزادی اجرت کے باوجود میراث میں حصہ)

خلاصہ کلام:

تحریک آزادی نسواں (فیمنزم) مغرب میں عورتوں کے حقوق، مساوات اور آزادی کے لیے ایک اہم سماجی تحریک کے طور پر ابھری، جس کا مقصد خواتین کو مردوں

CC BY

کے برابر سماجی، معاشی اور سیاسی حقوق دلانا تھا۔ تاہم، وقت گزرنے کے ساتھ اس تحریک کے بعض تصورات اسلامی تعلیمات سے متصادم ہو گئے، خاص طور پر جب اس نے صنفی اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے مرد و عورت کو مکمل یکساں بنانے کی کوشش کی۔ اسلام نے عورت کو تخلیقی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے مرد کے برابر مقام دیا ہے۔ قرآن کریم نے عورت کو ماں، بیٹی، بیوی اور بہن کے روپ میں عزت و احترام عطا کیا ہے۔ اسلام نے عورت کو تعلیم، وراثت، معاشی خود مختاری اور ازدواجی حقوق جیسے بنیادی حقوق فراہم کیے ہیں، جبکہ اس کی عصمت و عفت کے تحفظ کے لیے پردے اور حیا کے اصول بھی مقرر کیے ہیں۔ تحریک آزادی نسواں کے بعض نعروں جیسے "میرا جسم، میری مرضی" اور پردے کی مخالفت کو اسلامی تعلیمات کے تناظر میں غیر فطری اور عورت کی حقیقی آزادی کے منافی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسلام عورت کو مرد کی طرح حقوق دیتا ہے، لیکن دونوں کے فطری فرق کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے الگ الگ دائرہ کار اور ذمہ داریاں متعین کرتا ہے۔ مغربی فیمنزم نے عورت کو گھر اور خاندان کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ بیرونی معاشی دباؤ کا بھی سامنا کرنا پڑا، جس سے اس کی زندگی پیچیدہ ہو گئی۔ جبکہ اسلام نے عورت کو گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ضرورت پڑنے پر معاشی سرگرمیوں کی بھی اجازت دی، لیکن اسے فطری حدود میں رہتے ہوئے تحفظ فراہم کیا۔ نتیجتاً، اسلام عورت کو ایک متوازن اور محفوظ نظام زندگی فراہم کرتا ہے، جبکہ جدید فیمنزم کے بعض رجحانات خاندانی نظام کو کمزور کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں عورت کے حقوق کا صحیح تصور وہی ہے جو اسے فطری طور پر عزت، تحفظ اور مساوی روحانی مقام دیتا ہے، بغیر اسے مرد کے نقش قدم پر چلنے پر مجبور کیے۔

سفارشات

میڈیا کی ذمہ داریاں:

- جدید مسائل سے واقفیت رکھنے والے افراد اخبارات، رسائل و جرائد میں اس حوالے سے تحقیقی اور مدلل انداز میں تحریر درج فرمائیں۔
- الیکٹرونک میڈیا ٹی وی شوز، ڈرامہ نگاری وغیرہ کے ذریعے عورت اور مرد کے دائرہ کار کو واضح کرکے رہنمائی فراہم کی جائے۔
- سوشل میڈیا پر کام کرنے والے ایسے پلیٹ فارمز جو فیمنزم کو فروغ دے رہے ہیں ان کی روک تھام کے لیے ذرائع اپنا کر مدلل انداز میں اس کا سدباب کیا جائے۔
- ایسی ڈاکومنٹریز تیار کی جائیں جو لوگوں کو اس حوالے سے آگاہ کریں کہ مرد و عورت معاشرے میں مساوی کردار کے حامل نہیں بلکہ ہر ایک اپنے اپنے کردار ہے جو کہ اسے معاشرے میں ممتاز بناتا ہے۔

اہل علم کے لئے تجاویز:

- اہل علم پہلے اس حوالے سے گہرا مطالعہ یقینی بنائیں اور فیمنزم کو سمجھ کر اس کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سدباب کیا جائے۔
- معلم حضرات اپنی کلاس میں، مدرس حضرات اپنے درس میں خواتین کے حقوق اسلام کی روشنی میں واضح کریں اور لوگوں کو ان کے حقوق کی ادائیگی کے حوالے سے مکمل آگاہی فراہم کریں۔
- سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں لوگوں کو ازواج مطہرات کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے رویے کے بارے میں آگاہ کریں تاکہ عوام الناس کو بہتر طریقے سے سمجھ سکے اسلام نے عورتوں کو کس حد تک حقوق فراہم کیے ہیں۔
- مختلف مقامات پر وقتاً فوقتاً "مرد و عورت کے حقوق اور ان کا دائرہ کار" اس حوالے سے ٹریننگ سیشنز کا اہتمام کیا جائے۔

cc BY

مصادر و مراجع

- القرآن
- ترمذی، ابو عیسی۔ **السنن الترمذی**۔ بیروت: دارالغرب السلامی، 1996ء۔
- احمد بن حنبل۔ **المسند**۔ قاہرہ: دارالحدیث، 1995ء۔
- بیہقی، احمد بن حسین بن علی ابو بکر۔ **سنن کبری**۔ بیروت: دار الکتب اللعلمیہ، 2003ء۔
- ابو القاسم، سلیمان بن احمد طبرانی۔ **المعجم الکبیر**۔ مکتبہ ازیر، 2008ء۔
- بخاری، محمد بن اسماعیل۔ **الصحیح البخاری**۔ بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ۔
- ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد۔ **سنن ابن ماجہ**۔ دار الرسالۃ العالمیہ، 2009ء۔

- Oxford Advanced Learner's Dictionary, London: Oxford University Press, 1987.
- Webster Comprehensive Dictionary, Chicago: Encyclopedia Edition, Ferguson Publishing Company, 2000.
- Women of Ancient Greece, San Diego: Lucent Books.
- Ute, Gerhard, Debating Women Equality: toward a feminist theory of law from a European perspective, Rutgers University Press, 2001.
- Schlafly, P, *Feminist Fantasies*, Dallas: Spence Publishing, 2003.
- Hakim, C. *Honey Money: The Power of Erotic Capital*, London: Allen Lane, 2011.
- Ahmed, L, *Women and Gender in Islam: Historical Roots of a Modern Debate.* (Yale University Press, 1992.
- Naomi Wolf, The Beauty Myth, HarperCollins e-books, 1991.

https://www.theguardian.com/commentisfree/2015/mar/20/muslim-woman-veil-hijab accessed on 18-05-2025.

---

[1] Oxford Advanced Learner's Dictionary (London: Oxford University Press, 1987), 466.

[2] Webster Comprehensive Dictionary (Chicago: Encyclopedia Edition, Ferguson Publishing Company, 2000), 465.

[3] Women of Ancient Greece, (San Diego: Lucent Books) , 28.

[4] Gerhard, Ute, Debating Women Equality: toward a feminist theory of law from a European perspective. (Rutgers University Press, 2001), 33.

[5] القرآن، النحل: 16/ 58، 59۔

[6] القرآن، بني اسرائيل: 17/ 31۔

[7] القرآن، النساء: 4/ 1۔

[8] القرآن، آل عمران: 3/ 195۔

[9] القرآن، النور: 24/ 30۔

[10] القرآن، النور: 24/ 31۔

CC BY

[11] القرآن،الأحزاب:33 /59۔

[12] Schlafly, P, *Feminist Fantasies*. (Dallas: Spence Publishing, 2003), 45.

[13] Hakim, C. *Honey Money: The Power of Erotic Capital* (London: Allen Lane,2011),112.

[14] *Ahmed, L, Women and Gender in Islam: Historical Roots of a Modern Debate*. (Yale University Press,1992),78.

[15] القرآن،المائدہ:5 /176۔

[16] القرآن،طہ:20/55۔

[17] القرآن،الواقعہ:56 /58 – 62۔

[18] ابو عیسی، سنن ترمذی،(بیروت دارالغرب السلامی،1996ء)رقم2778۔

[19] القرآن،الأحزاب:23/59۔

[20] https://www.theguardian.com/commentisfree/2015/mar/20/muslim-woman-veil-hijab on 18-05-2025.

[21] Naomi Wolf, The Beauty Myth (HarperCollins e-books,1991),215.

[22] القرآن،البقرہ:2/ 232۔

[23] القرآن،البقرہ:2/ 234۔

[24] القرآن،النساء:4/ 4۔

[25] القرآن،النور:24/ 3۔

[26] القرآن،النساء:4/ 3۔

[27] القرآن،النساء:4/ 129۔

[28] احمد بن حنبل،المسند،2 : 130،رقم:6136۔

[29] احمد بن حسین بن علی ابو بکر،السنن الکبری(بیروت:دارالکتب اللعلمیہ)7 : 121۔

[30] ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی،المعجم الکبیر،(مکتبہ ازیر2008ء)10/ 197۔

[31] محمد بن اسماعیل،الصحیح البخاری،کتاب الجھاد،باب فضل من أسلم، 3 : 1096ء،رقم:2849۔

[32] القرآن،النساء:4/ 34۔

[33] القرآن،البقرہ:2/ 233۔

[34] ابو عبد اللہ محمد،السنن ابن ماجہ،کتاب النکاح،باب حق المرأة،رقم:1850۔

[35] بخاری،3/98۔

CC BY